غافل کا اجنبی شہر

ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی

صدر، شعبہ اردو، پٹنہ یونیورسٹی

ظرافت کا طنز و مزاح سے گہرا ربط ہوتا ہے، لیکن صرف طنز یا صرف مزاح کو ظرافت نہیں کہا جا سکتا۔ جب کسی پیش کش میں طنز و مزاح کی آمیزش ہوتی ہے تو یہ ظرافت بن جاتی ہے۔ یہ آمیزش جتنی حسین اور متوازن ہوتی ہے ظرافت میں اتنا ہی نکھار آتا ہے۔ معیاری ظریفانہ ادب معاشرے میں پائے جانے والے مسائل اور امراض کی نشاندہی کرتا ہے اور ذمہ دار افراد و جماعت پر شگفتگی کے ساتھ طنز کرتا ہے تاکہ طنز کا نشتر مادۂ فاسد کے اخراج کا سبب بنے اور نشتر زنی کی اذیت قابل برداشت رہ سکے۔ اسی لیے کہا گای ہے کہ اعلی اور معیاری ظریفانہ شاعری کے لیے ضروری ہے کہ اس میں طنز و مزاح کی آمیزش کے ساتھ فکری عنصر بھی شامل ہو۔

اس نقطۂ نظر سے جب میں نے زبیر الحسن غافل کی شاعری میں طنز و مزاح کی حسین اور متوازن آمیزش کے ساتھ ساتھ فکر کی توانائی بھی پائی جاتی ہے۔ ان کی نظموں، قطعات اور پیروڈیوں کا تجزیہ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ شاعر کا مشاہدہ بہت گہرا ہے اور اس کے مزاح میں فطری مزاح کا پہلو پایا جاتا ہے جو فکر کی بنیاد پر طنز کے نشتر کو مقصدی اور افادی بنا دیتا ہے۔ عصر حاضر کے مسائل جنھوں نے معاشرتی زندگی میں ایک بحران پیدا کر رکھا ہے ان کا تجزیہ غافل کی شاعری میں بڑے فنکارانہ انداز میں ملتا ہے اور یہ تجزیہ صرف نشتر ہی نہیں لگاتا بلکہ ذہن کو اصلاح حال کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے۔ شاعر نے حیات اور معاشرے کی بے اعتدالیوں پر ناقدانہ نگاہ ڈالی ہے اور ان پر جی کھول کر قہقہہ لگایا ہے۔ اس عمل میں خود ہم اور ہمارا معاشرہ بے نقاب ہو رہے ہیں۔

اپنے ہی زخموں کو کرید کی قہقہہ لگانا بڑے دل گردے کی بات ہے، مگر شاعر میں یہ جرأت ہے اور اس لیے وہ مبارک باد کا مستحق ہے۔ اس ضمن میں غافل کی نظمیں پروگرام، نسخۂ لیڈری، رشوت، اینٹی شوہر کانفرنس، صاحب دیوان، ترک شاعری، یوم اردو، روزگار اور کیا بتاؤں حال اپنا وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ نسخۂ لیڈری پڑھ کر آسانی سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ''نیتا گیری'' کے اجزائے ترکیبی میں کیا چیزیں اہم ہوں گی۔

ایک قرص بے حیائی صبح اٹھ کر لیجئے چار چمچے آب خود غرضی ملا کر پیجئے
ناشتے میں ایک چمچہ جھوٹے وعدوں کا لبوب ساتھ اس کے دے مزاعرق ریا کاری بھی خوب

غافل خود وکیل تھے مگر کس بے باکی سے ایک وکیل کا پروگرام بتا گئے ہیں، ملاحظہ کیجیے۔

شب میں جو پلیڈر کو کہیں ڈھونڈنا چاہیں بیوی کو وہ بڑ اپنی سنانے میں ملے گا
اور صبح کو ٹم ٹم کے یا اسٹینڈ پہ بس کے دیہاتی موکل کو پھنسانے میں ملے گا
اور دن کو کچہری میں موہ اک کرسی پہ بیٹھا یا اُنگھتا یا گپیں لڑانے میں ملے گا
اور شام کو پھر قرض کسی دوست کا لے کے دلالوں کو وہ چائے پلانے میں ملے گا

اور بھرشٹا چار پہ طنز کی ایک صورت اس شعر میں ملاحظہ کیجیے۔

گیٹ پہ جنت کے یوں تو سخت چیکنگ تھی مگر شیخ جی کا داخلہ اسٹاف کہ کر ہوگیا

رضا نقوی واہی نے ایک جگہ لکھا تھا کہ ''طنز ومزاح کا تعلق معاشرتی مسائل سے ہے۔ یہ گہرے عرفان حیات یا معاشرے کے شعور سے پیدا ہوتا ہے''۔ آج کے معاشرے کا کینوس اپنے مسائل ومشاغل کے اعتبار سے بہت پیچیدہ، وسیع اور پہلودار ہے۔ اس لحاظ سے نامعقولیت کے تضادات کا میدان بھی کشادہ ہوگیا ہے۔ ان پر سنجیدگی اور ہمدردی سے نگاہ رکھتے ہوئے اپنے کام کا مواد تلاش کرنا اہل ظرافت کا اصل منصب ہے۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ غافل اس منصب سے پوری کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی نظموں میں ہمارے دور کی بیشتر ناہمواریاں، مضحکہ خیزیاں، سیاسی شعبدہ بازیاں اور معاشی ومعاششرتی آلودگیاں کمال فنکارفی سے پیش کردی ہیں۔ اور کمال یہ بھی ہے کہ شاعر نے اپنی فنکاری کو ابتذال اور پھکڑ پن سے بچانے میں بھی کامیابی حاصل کی ہے۔ مچال کے طور پر ۶ دسمبر ۱۹۹۲ کے سانحے کو

انہوں نے جس زہرنا کی کے ساتھ اپنی نظم ''ایک گھر اللہ کا'' میں پیش کیا ہے، اس میں ظرافت کی مٹھاس کے ساتھ تلخی اور طنز کی زہرنا کی ہمارے ہونٹوں سے مسکراہٹ کو چھین لیتی ہے۔

غافل نے ہمارے سیاسی وسماجی نظام پر خلوص دل کے ساتھ مہذب اور شائستہ طنز کے تیر چلائے ہیں جس کے پیچھے پوشیدہ اصلاحی اور افدی پہلو کو بڑی آسانی سے محسوس کیا جاسکتا ہے۔ معاشرتی مسائل پر ان کی طنزیہ نظمیں انسانی احساس کی بیدار کرنے کا فرض انجام دیتی ہیں۔ مثلاً نظم ''روزگار'' کے یہ اشعار دیکھیے۔

رائٹ کا کاروبار بھی کیا کاروبار ہے گھر میں مرے اسی کی وجہ سے بہار ہے
مارا گیا فساد میں جب کوئی آدمی گھر میں ہمارے کوئی نئ چیز آگئی
جب بھی کسی نصیب کے مارے کا گھر جلا دیوار و در پہ میرے نیا رنگ چڑھ گیا

اس 'روزگار' میں فسادات کی تباہی اور نتائج کی کتنی خوش سلیقگی مگر تلخی کے ساتھ عکاسی کی گئی ہے، بتانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

غافل نے موضوعاتی نظموں کے علاوہ طنزیہ قطعات اور پیروڈیاں بھی لکھی ہیں۔ ان کے قطعات میں طنز ومزاح کے جوہر دیکھنے کے قابل ہیں۔ صرف ایک قطعہ ملاحظہ کیجیے۔

کل بھری محفل میں یہ اک دل جلا کہنے لگا آ بتاؤں تیل کیوں مہنگا ہے ہندستان میں
کچھ تو چمچے لے گئے ہیں ان کی مالش کے لیے اور باقی ڈال کر بیٹھے ہیں نیتا کان میں

''پیرودی'' ظریفانہ شاعری کی ایک اہم صنف ہے۔ اکبر الہ آبادی سے دلاور فگار، ضمیر جعفری اور رجا نقوی واہی تک سب نے پیروڈی میں اپنے کمال کا اظہار کیا ہے۔ اودھ پنچ سے شروع ہونے والی اس صنف نے اس عرصے میں بہت سی شکلیں بدلی ہیں۔ غافل کے یہاں جو شکل پیروڈی کی ملتی ہے وہ محض نقالی یا مضحکہ خیزی نہیں بلکہ کسی پیش رو شاعر کی فکری و اسلوبیاتی توسیع ہے۔ جس کے ذریعہ انہوں نے غالب، اقبال، فیض اور مجروح جیسے شعرا کے سنجیدہ افکار واحساسات کو ظریفانہ پیرایے میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً فیض کی ایک نظم کی پیروڈی ملاحظہ کریں۔

ائے میری جان تمنا اے مرے جان بہار جب سے میکہ تیرا میرے لیے سسرال ہوا

کیا عجب بات ہوئی کیسی یہ کایا پلٹی جیب پھولی تیرے ابا کی، میں کنگال ہوا
فکر راشن کی لگی رہتی ہے تنہائی میں کس طرح پیار کی باتیں کروں مہنگائی میں
مجھ سے پہلی سی محبت مرے محبوب نہ مانگ

فیض سے زبیرالحسن غافل زیادہ متاثر ہوئے ہیں۔اس لیے ان کی فکر اور طرز دونوں پر فیض کا خاصا اثر دکھائی دیتا ہے۔ایک طرف فیض کی ترکیبیں، استعارے، محاورے اور طرز بیان کا اثر واضح ہے تو دوسری طرف فیض کی طرح ہی وسیع تر انسانی ہمدردی اور ظلم و استحصال کے خلاف احتجاج کا عنصر بھی ان کی شاعری میں نمایاں طور پر موجود ہے۔لیکن یہ عنصر زیادہ صاف صاف ان کی سنجیدہ غزلوں میں ہی دکھائی دیتا ہے۔ظریفانہ شاعری میں تو ان کا اسلوب اور انداز الگ ہی قسم کا ہے، دل فریب اور من موہنے والا۔ذرا سا شوخی، ذرا سا طنز کی پوٹ لیے، ذرا سا مزاح کی چاشنی لیے ہوئے۔گاہے بڑا عبرت ناک اور گاہے بڑی دل فریب کیفیت لیے ہوئے۔اس کیفیت کے چند متفرق اشعار بھی آخر میں ملاحظہ کر لیجیے۔

آدمی ہرگز کبھی شوہر نہ ہو شرط یہ ہے عقل پہ پتھر نہ ہو
تیسرا ہر شخص نیتا ہے یہاں چاہے اس کا ایک فالوور نہ ہو
کیا بتاؤں حال اپنا جب سے شوہر ہوگیا نصف بہتر وہ ہوئیں میں بد سے بدتر ہوگیا
اپنا دامن جھاڑ کر تو ساس خوش دامن ہوئیں بھوت جو چمٹا تھا ان سے اب مرے سر ہوگیا
سر کٹانے سے ہی ہوتی نہیں تکمیل وفا امتحان عشق کا ہے جیب کے کٹ جانے میں
اظہار محبت پہ وہ کہنے لگے غافل تنخواہ بھی تم اپنی بتا کیوں نہیں دیتے